AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تفسیر اشاری اور التاویلات النجمیہ
منہج واسلوب اور استشہاداتی پہلو

AL-TAFSĪR AL-ISHĀRĪ IN AL-TA'WĪLĀT AL-NAJMIYYAH: METHODOLOGY, STYLE, AND EVIDENTIARY DIMENSIONS

Muhammad Abdul Razaq
(PhD Scholar MY University Islamabad)
Email:hafizabdulrazaq989@gmail.com
Muhammad Safdar
(MPhil International University Islamabad)
Email:safdarhusain282@gmail.com

Abstract:
The Holy Qur'an transcends a simple book of commands, representing an inexhaustible source of divine wisdom containing profound inner truths and spiritual insights uniquely revealed across generations. It simultaneously engages human intellect, heart, and soul, persuading reason, illuminating the heart, and guiding the soul towards closeness to Allah. This multifaceted nature has continually inspired deep exploration.Among the interpretive traditions developed is Tafsīr Ishārī (spiritual exegesis). This approach moves beyond the Qur'an's outward dimensions (like legal rulings and linguistic analysis) to uncover subtle inner secrets and spiritual perceptions that nurture the inner being. Its core purpose is elevating humanity from preoccupation with the created world towards realizing Absolute Reality. This is achieved by aligning outward actions with Sharīʿah (sacred law), purifying the inner self through Ṭarīqah (spiritual path), and striving for Ḥaqīqah (direct apprehension of Divine Truth), ultimately leading to true maʿrifah (gnosis) of Allah.Rooted in Islam's earliest generations, the scope of Ishārī Tafsīr has broadened over centuries and will continue evolving. This study emphasizes how the Qur'an's manifest and hidden dimensions serve as an enduring guide for intellectual, ethical, and spiritual transformation.

Keywords: Qur'an, Tafsīr Ishārī, Sharīʿah، Ṭarīqah

تعارف:

قرآنِ مجید ایک ایسا معجزہ ہے جو ظاہری احکام کے ساتھ ساتھ باطنی معرفت و حقیقت کے انوار بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ ایک بے کنار سمندر ہے جس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے، اور ہر دور میں اس کے اسرار نئے انداز سے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ کتابِ ہدایت ہر زمانے کے انسان سے اس کی عقل، دل اور روح کی زبان میں مخاطب ہوتی ہے کہیں برہان سے عقل کو قائل کرتی ہے، کہیں نور سے دل کو روشن کرتی ہے، اور کہیں حقیقت کی طرف روح کو متوجہ کرتی ہے۔ قرآن نے ہمیشہ ہر ذی شعور بالخصوص علما، مفسرین اور اہلِ معرفت کو غور و فکر کی دعوت دی، اور اس کے معانی واشارات نے صوفیہ کے دلوں کو منور کیا۔

تفسیرِ قرآن کی مختلف اقسام انہی متنوع علمی و فکری زاویوں سے وجود میں آئیں، جن میں ایک قسم تفسیرِ اشاری بھی ہے، تفسیرِ اشاری کی بنیاد اگرچہ قرونِ اولیٰ میں ہی پڑ گئی تھی، مگر وقت کے ساتھ اس میں مزید وسعت آتی گئی، اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

تفسیرِ اشاری کا ثبوت:

یہ سوال اکثر اٹھایا جاتا ہے کہ آیا تفسیرِ اشاری کی دین میں کوئی بنیاد موجود ہے یا نہیں؟ کیا اس کا وجود عہدِ نبوی اور صحابہ کرام کے دور میں تھا، یا یہ اس وقت وجود میں آئی جب تصوف کا آغاز ہوا؟

اس سلسلے میں محقق علماء اور جلیل القدر ائمہ نے واضح طور پر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ **تفسیرِ اشاری کوئی نئی اختراع یا دین میں ایجاد نہیں ہے**، بلکہ اس کی اصل قرآن و سنت میں موجود ہے۔ معارفِ قرآن کے بیان کا یہ اسلوب اس وقت سے چلا آرہا ہے جب سے قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس طرزِ فہم کی طرف

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اشارہ فرمایا،اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس اندازِ تفسیر سے واقف تھے۔ان کی تفسیری روایات میں بھی ایسے اشارات موجود ہیں، جن سے اس منہج کی اصل وبنیاد کا پتہ چلتا ہے۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

"هٰذَا وَقَدْ قَرَّرَ عُلَمَاءُ التَّنْزِيلِ اَنَّ لِلتَّفْسِيرِ الْاِشَارِی اَصْلًا شَرْعِيًّا يَقُومُ عَلَيْهِ، وَاِنَّهُ لَمْ يَكُنْ اِبْتِدَاعًا جَدِيدًا فِی اِبْرَازِ مَعَانِی الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، بَلْ هُوَ اَمْرٌ مَعْرُوفٌ مِّنْ لَّدُنْ نُزُولِهِ عَلَى الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَارَ اِلَيْهِ الْقُرْآنُ وَنَبَّهَهُ عَلَيْهِ الرَّسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ عَرَفَهُ الصَّحَابَةُ الْاَطْهَارُ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَاَظْهَرُوا اِقْتِبَاسًا مِّنْهُ لِلْاُمَّةِ"[1]

ترجمہ: علمائے تفسیر نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ تفسیرِ اشاری کی بنیاد شرعی اصل پر قائم ہے۔یہ قرآن کے معانی کے اظہار کا کوئی نیا طریقہ نہیں، بلکہ یہ وہ معروف منہج ہے جو عہدِ نزولِ قرآن سے ہی جاری ہے۔قرآنِ کریم نے خود بھی اس جانب رہنمائی کی ہے،اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس اسلوب سے واقف تھے،اور ان کے اقوال وآثار میں اس کے متعدد استشہادات پائے جاتے ہیں۔

قرآنی آیات سے تفسیرِ اشاری پر استدلال:

تفسیرِ اشاری کے جواز اور اس کی مشروعیت پر بعض قرآنی آیات سے استنباط کیا گیا ہے، جنہیں مفسرین اور اہل علم نے اپنی کتب میں بطور دلیل ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید صرف ظاہر الفاظ تک محدود نہیں بلکہ اس کی آیات میں باطنی معانی ورموز پوشیدہ ہیں،جو تدبر، تفکر اور بصیرت کے ذریعے منکشف ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا"[2]

اس آیتِ کریمہ میں صریح دعوتِ تدبر دی گئی ہے،جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کے ظاہری الفاظ کے علاوہ باطنی نکات بھی ہیں،جن تک رسائی تفکر وتدبر کے بغیر ممکن نہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ"[3]

اس آیت میں "یستنبطونه "کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو دقیق معانی کے استنباط اور باطنی فہم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ایسے معانی بھی ہیں جنہیں اہلِ علم اپنے تدبر، ذوقِ سلیم اور فہمِ عمیق سے اخذ کرتے ہیں۔

اور فرمایا:

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا"[4]

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟

ان آیاتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم کے الفاظ کے پیچھے وہ معانی بھی پوشیدہ ہیں جو ہر ایک پر آشکار نہیں ہوتے۔ کفار کے بارے میں مذکور زجر و توبیخ کا مقصد یہ نہیں کہ وہ قرآن کے ظاہری الفاظ کو نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ قرآن ان ہی کی زبان میں نازل ہوا تھا؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان باطنی حقائق سے محروم تھے جو

[1] الموافقات، ابراہیم بن موسیٰ المعروف بالشاطبیؒ (متوفی ۷۹۰ھ)، ناشر: دار ابن عفان، اشاعت: ۱۴۱۷ھ، ۱/۶۹۷

[2] النساء، ۴/۸۲

[3] النساء، ۴/۸۳

[4] محمد، ۴۷/۲۴

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

فہم، تدبر اور بصیرت کے ذریعے ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ باطنی مفہوم ہے جس کی طرف "تفسیرِ اشاری" کی بنیاد استوار کی جاتی ہے۔

تفسیر اشاری پر چند معروف تصانیف اور اُن کا اجمالی تعارف

قرآن مجید مطالب و معانی کا ایک بے کنار سمندر ہے، جس کے عجائبات و اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے کہ تفسیر اشاری کے ذریعے قرآن کے باطنی معانی اہلِ علم پر ہمیشہ آشکار ہوتے رہے، اور جلیل القدر مفسرین اس سے مستفید ہوتے رہے۔ تفسیر اشاری پر بعض کتب مکمل طور پر اسی منہج پر مرتب ہوئی ہیں، جبکہ کئی تفاسیر میں جزوی طور پر اشارات و لطائف شامل کیے گئے ہیں۔ یہاں چند معروف اور اہم تفاسیر اور ان کے اسلوب کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ فنِ تفسیر کی بعض کتابیں صرف **ظاہری معانی** پر مشتمل ہیں، اور ان میں اشاری یا باطنی تفسیر کا کوئی پہلو نہیں ملتا، جیسے امام واحدی کی **تفسیر بسیط** اور امام زمخشری کی **الکشاف**۔

تفسیر اشاری کی نوعیت کے اعتبار سے تفسیری کتب کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1۔ وہ کتب جن میں ظاہری تفسیر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، مگر کہیں کہیں اشاری لطائف بھی موجود ہیں، جیسے: تفسیر کبیر از امام رازی، تفسیر نیشاپوری، تفسیر قرطبیؒ، روح المعانی از آلوسی وغیرہ۔

2۔ وہ تفاسیر جن میں ظاہری اور اشاری دونوں طرزیں متوازن انداز میں پائی جاتی ہیں، جیسے: روح البیان، البحر المحیط اور تفسیر مہائمی۔

3۔ ایسی تفاسیر جن میں تفسیر اشاری کا غلبہ ہے اور ظاہری تفسیر کم مقدار میں ملتی ہے، مثلاً: تفسیر تستری، تفسیر قشیری، اور التاویلات النجمیہ۔

4۔ وہ تصانیف جن میں مکمل طور پر اشاری منہج اختیار کیا گیا ہے، اور ان میں خالصتاً صوفیانہ طرز پر باطنی معانی و اشارات بیان کیے گئے ہیں، جیسے **تفسیر تستری** امام ابو محمد سہل بن عبداللہ تستریؒ (متوفی ۳۸۳ھ)، **حقائق التفسیر** از ابو عبدالرحمٰن السلمی (م ۴۱۲ھ)، **لطائف الاشارات**، امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۶۵ھ)۔

ان کے علاوہ بھی متعدد تفسیری کتب ہیں جو صوفیانہ منہج تفسیر کی نمائندہ سمجھی جاتی ہیں۔ ذیل میں چند منتخب، اہم اور معروف تفاسیر کا مختصر تعارف اور ان کے طرزِ تفسیر پر اجمالی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

تفسیر تستری:

اس تفسیر کے مؤلف امام ابو محمد سہل بن عبداللہ تستریؒ (متوفی ۳۸۳ھ) ہیں، جو جلیل القدر عرفا اور صاحبِ کشف و کرامات مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ملاقات مشہور صوفی حضرت ذوالنون مصری سے بھی ہوئی، اور آپ کو بلند پایہ اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ آپ نے بصرہ میں طویل عرصہ قیام فرمایا، جہاں آپ کی علمی و روحانی خدمات کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔

منہج و تفردات:

یہ تفسیر مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے اور زیادہ ضخیم نہیں، کیونکہ اس میں ہر آیت کی تشریح نہیں، بلکہ ہر سورہ کی بعض منتخب آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب دراصل آپ کے اُن اقوال کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف مواقع پر آیات کی توضیح کے دوران ارشاد فرمائے؛ یعنی یہ براہِ راست آپ کی تالیف نہیں، بلکہ آپ کی تفسیری اقوال کو مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے۔

اس کا اسلوب علمی اور عرفانی ہے۔ اس میں صرف تفسیر اشاری ہی نہیں، بلکہ کئی جگہوں پر تفسیر ظاہری بھی شامل ہے، اور بعض مقامات پر صرف ایک ہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تفسیر ظاہری کو بھی اہمیت دی ہے اور صرف اشاری انداز پر اکتفا نہیں کیا۔[5]

حقائق التفسیر للسلمی:

اس تفسیر کے مؤلف امام ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین بن موسیٰ السلمی (متوفی ۴۱۲ھ) ہیں، جو خراسان کے نامور عالم، محدث اور امام الاصفیاء شمار ہوتے ہیں۔

---

[5] تلخیص از تفسیر و مفسرون از دکتور محمد حسن ذہبی، ۳/۳۲۶

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

آپ کو متعدد علوم خصوصاً علمِ حدیث میں اعلیٰ مقام حاصل تھا، یہاں تک کہ امام حاکم نیشاپوری اور امام قشیری جیسے اکابرین نے آپ سے حدیث کا درس لیا۔ مرو، عراق اور خراسان میں آپ کی علمی و روحانی عظمت معروف تھی، اور مختلف علوم پر آپ کی تقریباً سو سے زائد تصانیف موجود ہیں۔

منہج و امتیازات:

یہ تفسیر مکمل قرآن پر مشتمل ہے، مگر صرف اشاری انداز میں لکھی گئی ہے، اور ظاہری تفسیر کو شامل نہیں کیا گیا۔ تاہم امام سلمی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ ظاہری کے قائل اور اسے اصل بنیاد مانتے تھے۔ یہ کتاب دراصل امام سلمی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تالیف نہیں، بلکہ انہوں نے صوفیائے کرام کے اقوال کو سور اور آیات کے مطابق مرتب کیا، اسی لیے وہ اس کے مرتب و جامع شمار ہوتے ہیں۔ اس تفسیر میں جن مشاہیر اہلِ معرفت کے اقوال نقل کیے گئے ہیں، ان میں **حضرت امام جعفر صادق، شیخ جنید بغدادی، فضیل بن عیاض، اور سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہم** شامل ہیں۔[6]

لطائف الاشارات:

اس تفسیر کے مصنف امام عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۶۵ھ) ہیں، جو اپنے دور کے ممتاز متکلم، فقیہ، محدث اور صوفی تھے۔ آپ کو "خطیب نیشاپور" بھی کہا جاتا تھا، اور علومِ ظاہر و باطن دونوں میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ ابو علی دقاق، امام سلمی اور شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمہم اللہ شامل ہیں۔

منہج و خصوصیات:

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر قرآنِ کریم کے اشارات پر مبنی ہے، جب کہ فقہی و کلامی اقوال کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب میں اگرچہ اشاری تفسیر کو غلبہ حاصل ہے، لیکن ظاہری تفسیر بھی علمی انداز میں موجود ہے۔ اسلوب نہایت فصیح، پر معنی اور بلیغ ہے، جو مصنف کی علمی گہرائی اور عرفانی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔[7]

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق تفسیر اشاری کی شرائط

"أَنْ يَصِحَّ عَلَى مُقْتَضَى الظَّاهِرِ الْمُقَرَّرِ فِي لِسَانِ الْعَرَبِ"[8]

ترجمہ: اشاری معنی عربی زبان کے معروف اور مقررہ ظاہرِ کلام کے مطابق درست ہو۔

یہاں اصل زور اس بات پر ہے کہ تفسیر اشاری لسان العرب کے معروف استعمال اور ظاہری دلالت کے مطابق ہونی چاہیے، نہ کہ اُن کے خلاف۔

"أَنْ يَكُونَ لَهُ شَاهِدٌ نَصًّا أَوْ ظَاهِرًا فِي مَحَلٍّ آخَرَ يَشْهَدُ لِصِحَّتِهِ مِنْ غَيْرِ مُعَارِضٍ"[9]

ترجمہ: اشاری تفسیر کی صحت پر قرآن، سنت یا متفق اصول سے کوئی شرعی دلیل موجود ہو۔

یہ عبارت تفسیر اشاری کے لیے شہادتِ نص یا ظاہر دلیل کی ضرورت بیان کر رہی ہے، اور یہ شرط بھی رکھ رہی ہے کہ اس کے خلاف کوئی دوسری شرعی یا عقلی دلیل نہ ہو۔ یہ دعویٰ نہ کیا جائے کہ اشاری تفسیر ہی واحد مراد ہے، بلکہ پہلے ظاہری مفہوم کو تسلیم کیا جائے، پھر اشاری معنی لیا جائے۔

امام زرقانی رحمہ اللہ کے نزدیک شرائط

امام زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

"أن التفسير الإشاری لا يكون مقبولا إلا بشروط خمسة"[10]

---

[6] نفس مصدر

[7] نفس مصدر

[8] الموافقات للشاطبی، ۲۳۲/۴

[9] نفس مصدر

[10] مناہل العرفان فی علوم القرآن للزرقانی، ۸۱/۲

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3(2025)

Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

تفسیرِ اشاری صرف اُسی وقت قابل قبول ہوتی ہے جب پانچ شرائط پوری ہوں

"ألا يتنافى وما يظهر من معنى النظم الكريم"[11]

وہ قرآن کے ظاہری نظم و معنی کے خلاف نہ ہو۔

"ألا يدعى أنه المراد وحده دون الظاهر"[12]

یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف یہی معنی مراد ہیں اور ظاہری معنی بالکل ترک کر دیے جائیں۔

"ألا يكون تأويلا بعيدا سخيفا كتفسير بعضهم قوله تعالى: {وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ} بجعل كلمة {لَمَعَ} ماضيا وكلمة {الْمُحْسِنِينَ} مفعوله"[13]

اس کی تاویل ایسی دور از فہم اور خلافِ عقل نہ ہو، جیسے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ) کی تفسیر اس طرح کی کہ (لَمَعَ) کو ماضی بنا دیا اور (الْمُحْسِنِينَ) کو اس کا مفعول ٹھہرا دیا جو بے معنی ہے۔

"ألا يكون له معارض شرعي أو عقلي"[14]

اس تفسیر کا شرعی یا عقلی کوئی معارض (ٹکرانے والا) موجود نہ ہو۔

"أن يكون له شاهد شرعي يؤيده"[15]

اس کے لیے کوئی شرعی دلیل (نص یا قرینہ) موجود ہو جو اس کی تائید کرے۔

تفسیر اشاری کا حکم:

تفسیر اشاری وہ روحانی یا باطنی معانی ہیں جو بعض اہلِ بصیرت قرآن کی آیات سے استنباط کرتے ہیں، بشرطیکہ وہ ظاہرِ قرآن کے مخالف نہ ہوں۔ علماء نے اس کے متعلق ایک معتدل موقف اختیار کیا ہے کہ ایسی تفسیریں اپنے شرائط کے ساتھ معتبر اور قابل قبول ہیں، لیکن ان کا قبول کرنا ہر شخص پر واجب نہیں، اور نہ مطلقاً انکار یا رد کرنا درست ہے۔

امام شاطبی نے اس سلسلے میں دو طرح کے اشارات بیان کیے:

1. وہ اشارات جو براہِ راست قرآن سے ماخوذ ہوں اور باقی حقائق کو قرآن کے تابع کیا جائے تو یہ معتبر ہونگے۔[16]
2. وہ اشارات جو پہلے کسی کائناتی یا فلسفیانہ تصور سے اخذ ہوں اور پھر قرآن کو اس کے تابع کیا جائے اس سے اجتناب لازم ہے، کیونکہ یہ شخصی رائے کی خطرناک صورت ہے۔

امام زرقانی نے فرمایا کہ تفسیر اشاری کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ قرآن کے ظاہر اور شریعت کے اصول کے مخالف نہ ہو، اس لیے اس کو کلیتاً مسترد نہیں کیا جائے گا۔ البتہ چونکہ یہ وجدانیات اور الہامات پر مبنی ہوتی ہیں، اس لیے ان کا قبول کرنا لازمی بھی نہیں۔[17]

---

11 نفس مصدر

12 نفس مصدر

13 نفس مصدر

14 نفس مصدر

15 نفس مصدر

16 الموافقات للشاطبی، ۴/۴۰۴

17 مناہل العرفان فی علوم القرآن، محمد عبد العظیم الزرقانی (متوفی ۱۳۶۷ھ) مکتبہ عیسیٰ البابی الحلبی، ۲/۷۰

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

التاویلات النجمیہ کے مفسر کا تعارف:

نام ونسب: آپ کا نام احمد بن عمر خیوقی ہے آپ کی کنیت ابوالجناب، لقب نجم الدین الکبریٰ، 540ھ/1145ء میں خیوق، خوارزم (موجودہ ازبکستان) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و سلوک: آپ نے ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی، پھر نیشاپور، ہمدان اور تبریز میں مشاہیر علماء سے اکتساب علم کیا۔ تصوف میں شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمہ اللہ سمیت کئی مشائخ سے خرقۂ خلافت پایا۔ ابتدا میں فقط علوم شریعت حاصل کئے لیکن صوفیانہ صحبت نے طبیعت میں عجز اور وسعت پیدا کردی کہ قطرہ سے سمندر بن گئے۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف میں منازل السائرین، طوالع التنویر، ہدایۃ الطالبین، تاویلات نجمیہ وغیرہ شامل ہیں۔

مشہور خلفاء و مریدین: شیخ مجد الدین بغدادی (مرشد فرید الدین عطار)، شیخ سعد الدین حموی، نجم الدین رازی، مولانا بہاء الدین ولد (مولانا روم کے والد)، شیخ صدر الدین قونوی وغیرہ آپ کے حلقہ تربیت سے وابستہ رہے۔

چنگیزی یلغار اور شہادت: چنگیز خان کی یلغار کے وقت شہر چھوڑنے کی پیشکش ٹھکرادی اور فرمایا: شہادت مومن کا مقصود ہے۔ آپ نے علماء و مریدین کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے ۱۰ جمادی الاول ۶۱۸ھ / ۲ جولائی ۱۲۲۱ء کو جام شہادت نوش کیا۔ آپ کا مزار ترکمانستان کے شہر گنج میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے قائم کردہ کبرویہ سلسلے کی کئی شاخیں برصغیر تک پھیلیں کہ حضرت مجدد مجدد الف ثانی جیسے اکابر نے بھی اس سلسلے سے استفادہ کیا۔[18]

التأویلات النجمیۃ:

شیخ نجم الدین کبری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جسے **التأویلات النجمیۃ** کہا جاتا ہے، تفسیرِ اشاری کی نہایت اہم اور ممتاز کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ تفسیر قرآنِ مجید کے باطنی معانی، روحانی اشارات اور لطائف کو بیان کرتی ہے۔ اس میں قرآن کے ظاہری مطالب کے بعد اس کے باطن کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے۔

یہ تفسیر پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جن میں سے اصل تفسیر شیخ نجم الدین کبریٰ نے خود تحریر کی، اور وہ چوتھی جلد پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد کی پانچویں جلد دراصل علاء الدولہ سمنانی کی لکھی ہوئی تکملہ (تکمیل) ہے، جس میں اس نے شیخ نجم الدین کبریٰ کی طرز پر آگے کام بڑھایا۔[19]

شیخ نجم الدین کبریٰ کا منہج:

- شیخ نجم الدین کبری اپنی تفسیر میں سب سے پہلے **ظاہری تفسیر** کو بیان کرتے ہیں، تاکہ قرآن کا عمومی اور لغوی مفہوم واضح ہو جائے۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں: **والاشارۃ فیہ**، اور اس طرح آیت کے **باطنی، روحانی معنی (اسرار و رموز طریقت)** کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔
- ان کی اشاری تفسیر عام طور پر **سادہ، مربوط اور فلسفیانہ تصنع سے پاک ہے**، اس لیے نسبتاً **آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے**۔ وہ آیات کے باطن کو بیان کرتے وقت بھی ان کے آپس کے ربط اور سیاق وسباق کو نظرانداز نہیں کرتے۔[20]

تفسیر کبریٰ اور تفسیر سمنانی کا فرق:

جب اس تفسیر کو پڑھنے والا شیخ نجم الدین کبری کے لکھے حصے کا علاء الدولہ سمنانی کے لکھے تکملہ سے موازنہ کرے گا، تو صاف دیکھے گا کہ شیخ نجم الدین کبری کی تفسیر زیادہ معتدل، صاف، اور قابل فہم ہے۔ وہ کبھی ظاہری مفہوم بیان کر کے اور کبھی مخفی اسرار کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور ان کے اشارات زیادہ تر پیچیدہ فلسفیانہ بنیادوں پر نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس تفسیر **سمنانی نہایت پیچیدہ اور دقیق صوفیانہ فلسفے پر مبنی ہے**، جس کے لیے خاص صوفیانہ اصطلاحات اور دقیق مباحث کو جاننا ضروری ہے۔

اہمیت:

التأویلات النجمیۃ شیخ نجم الدین کبری کی ایک بڑی علمی یادگار ہے، جو تفسیرِ اشاری کے باب میں بنیادی مراجع میں شامل ہے۔ اس

---

18 التفسیر والمفسرون، ڈاکٹر محمد السید حسین الزہبی (۱۳۹۸ھ)، مکتبہ وھبہ القاہرۃ، ۲/۲۹۰

19 التاویلات النجمیہ فی تفسیر الاشاری الصوفی، مؤلف الشیخ الامام نجم الدین کبری، متوفی ۶۱۸ھ، ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اول ۲۰۰۹ء، ۱/۶

20 نفس مصدر

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تفسیر کا اسلوب یہ ظاہر کرتا ہے کہ:

- قرآن محض الفاظ واحکام تک محدود نہیں، بلکہ اس کے باطن میں معرفت وحقیقت کے انوار پوشیدہ ہیں۔
- یہ تفسیر صوفیانہ ذوق رکھنے والوں کے لیے ایک رہنمائی کا ذریعہ ہے، جو قرآن کے باطن میں غور وفکر کرنا چاہتے ہیں۔
- شیخ نجم الدین کبری نے اس میں تصوف کے دقیق مباحث کو عام فہم پیرائے میں بیان کیا ہے، اس لیے یہ آج بھی اہلِ معرفت اور اہلِ سلوک کے لیے قیمتی سرمایہ ہے۔[21]

التأویلات النجمیہ سے تفسیر اشاری کے چند استشہادات:

تاویلات نجمیہ میں شیخ نجم الدین کبریٰ سورۃ البقرۃ آیت ۴۱ کے تحت فرماتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ"[22]

اے بنی اسرائیل! اس قرآن پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کیا ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ قرآن پر ایمان لائیں اور اُس پر بھی جس پر یہ قرآن نازل ہوا یعنی حضرت محمد ﷺ پر۔ **مصدقا** یعنی رسول اللہ ﷺ اور قرآن اس توراۃ کی تصدیق کرنے والے ہیں جو تمہارے پاس ہے، اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔

ولا تکونوا اول کافر بہ یعنی اس قرآن کا سب سے پہلا انکار کرنے والے اور اس سے منہ موڑنے والے نہ بنو، کیونکہ جو کفر کی بدعت سب سے پہلے ڈالتا ہے، اس پر اس کے بعد آنے والوں کی گمراہی کا بوجھ بھی آتا ہے، جس طرح اقتدا کرنے والوں پر بوجھ ہوتا ہے۔ **ولا تشتروا بآیاتی** یعنی حقائق کو آشکار کرنے، اسرار، مشاہدات اور انوار کو ظاہر کرنے والی آیتوں کو تھوڑی قیمت دنیوی مفاد کے بدلے نہ بیچو۔ جو شخص مومنوں کو آفاق وانفس میں دیکھتا ہے وہ نفس کی حرکتوں اور معاملات کی طرف التفات کرکے حجاب اور غفلت میں مبتلا نہ ہو، اور کسی حال یا مقام پر رک کر دل نہ لگا بیٹھے، جس سے تمہارے اوپر حق کے ظاہر ہونے اور اس تک پہنچنے کا راستہ خود ہی بند ہو جائے۔ **فاتقون** یعنی مجھ سے ڈرو، میری پناہ میں آؤ، تاکہ میرے تدابیر اور قہر سے محفوظ رہو، اور اپنے نفس اور اس کی گمراہی کو میری اطاعت کے ذریعے قابو میں رکھو۔[23]

سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۲ کے تحت فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ"[24]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں، ان میں سے کھاؤ۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مومنین کو پاکیزہ رزق کھانے کا حکم دیا ہے، جیسے انہیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ اس کے دو فائدے ہیں:

1. تاکہ ان کا کھانا محض فطری عادت نہ رہے بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل بن جائے، اس طرح وہ جانوروں سے ممتاز ہوں اور شریعت کے نور کے ذریعے فطرت کے تاریک پردے سے نکل آئیں۔
2. تاکہ کھانے کے احکام کی پابندی کرنے سے ان کا ایمان مضبوط ہو، جیسے نماز و زکوٰۃ کی پابندی سے مضبوط ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن ہر چیز میں ثواب پاتا ہے، یہاں تک کہ اُس لقمے میں بھی جو وہ اپنے منہ یا اپنی بیوی کے منہ میں رکھتا ہے۔

اللہ کا فرمان: **كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ** جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے، اس میں سے کھاؤ، سے مراد یہ ہے کہ حلال وہ ہے جس

---

21 نفس مصدر

22 البقرۃ، ۲/۴۱

23 التاویلات النجمیہ، ۱/۱۵۸

24 البقرۃ، ۲/۱۷۲

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کے کھانے پر کوئی ممنوع چیز لازم نہ آئے اور جس میں مخلوق کا کوئی حق نہ پایا جاتا ہو۔اسی لیے فرمایا: **مَا رَزَقْنَاكُمْ** ہم نے تمہیں رزق دیا یعنی رزق دینے والا صرف میں ہوں، کوئی اور نہیں۔

وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اور اللہ کا شکر ادا کرو، کا مطلب ہے:

1. حکم کے مطابق پاکیزہ رزق کھانے کا نتیجہ شکر ہے، اس علم کے ساتھ کہ رزق دینے والا صرف اللہ ہے۔
2. جو کچھ اللہ نے عطا کیا ہے، اُس پر شکر بجالاؤ۔

إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو اس میں دو اشارے ہیں:

1. عبادت کی شرط یہ ہے کہ خوشی و غم، آسانی و مشکل ہر حال میں معبود (اللہ) کا شکر ادا کیا جائے۔
2. شکر ایک قسم کی عبادت ہے، لہٰذا جو شخص سب سے زیادہ شکر گزار ہوگا، وہ سب سے زیادہ عبادت گزار ہوگا۔[25]

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۹ کی تفسیر اشاری یوں بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ"[26]

اس میں یہ اشارہ ہے کہ:

جب شیطان ظاہری طور پر تمہیں فقر سے ڈراتا ہے، تو حقیقت میں وہ تمہیں فحاشی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔"الفحشاء" ہر قسم کی برائی کا جامع نام ہے، کیونکہ اس کا فقر کا خوف دِلانا درج ذیل معانی کو سمیٹے ہوئے ہے جو الفحشاء ہی کی صورتیں ہیں:

1. بخل اور حرص،
2. مخلوق سے مایوس ہونا،
3. اللہ کے رزق کے وعدے پر شک کرنا،
4. اللہ سے کئے گئے عہد کو توڑنا،
5. نیکیوں کے ثواب میں کمی کا گمان،
6. اللہ پر بُرا ظن رکھنا،
7. اللہ پر بھروسہ چھوڑنا،
8. اللہ کے وعدے کو جھٹلانا،
9. اللہ کے فضل و کرم کو بھول جانا،
10. نعمتوں کی ناشکری،
11. حق تعالیٰ سے منہ موڑ کر مخلوق کی طرف رجوع،
12. اللہ سے امید توڑ کر غیروں سے وابستہ ہونا،
13. خواہشات کی پیروی،
14. مفادات کو ترجیح دینا اور قناعت چھوڑنا،
15. دنیا کی محبت میں گرفتار ہونا جو کہ ہر گناہ کی جڑ ہے،

[25] التاویلات النجمیہ، ۲۴۷/۱

[26] البقرۃ، ۲۶۸/۲

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ان برائیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ان خیالات کا شکار ہو جاتے ہیں وہ اللہ کی مدد پر بھروسہ چھوڑ کر اپنی طاقت پر یقین کرنے لگتے ہیں، اپنے کاموں کو اللہ پر چھوڑ دینے (تفویض) کی بجائے اپنی کی گئی باطل تدبیروں میں الجھ جاتے ہیں، پختہ عزم ترک کر کے آسان

راستے (رخصتیں) اور تاویلیں ڈھونڈتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر غیروں کا سہارا لیتے ہیں، یہ سب کچھ اور اس جیسی دیگر بیماریاں شیطان کے فقر کے خوف دلانے میں پوشیدہ ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے دل میں وسوسوں کا دروازہ کھولتا ہے، وہ انہی آفات کا شکار ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔[27]

صاحب تاویلات نجمیہ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ (سورۃ البقرۃ) کی آیت ۲۸۴ سے یہ اشارہ واضح ہے کہ:

پھر اللہ تعالیٰ نے دلوں کے ارادوں اور سینوں کے چھپے ہوئے رازوں کا محاسبہ کرنے کا حال بیان فرمایا، اپنے اس فرمان میں:

"لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ"[28]

اس آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ اُس کی نگرانی (مراقبہ) میں رہیں، اور ہمیشہ اپنا محاسبہ کرتے رہیں، تاکہ وہ اپنی ظاہری حرکات (اعمال) کی حفاظت کریں، اور باطن کی چالوں کو قابو میں رکھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بندگی کے آداب کو چھوڑ بیٹھیں، اور پھر قہرِ الٰہی کی زد میں آ کر ہلاک ہو جائیں۔[29]

چنانچہ اس آیت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اُسی کی بادشاہت و مملکت ہے۔ اس لیے تم بندے اُس کے دربار میں عاجز ہو، تو بندگی کے آداب کو ملحوظ رکھو۔ پھر اللہ نے بندوں کو اس بندگی کے آداب کی پاسداری کی تاکید فرمائی، اور اُس پر اُن سے وعدہ بھی لیا، اور اگر اُس میں کوتاہی ہو تو وعید بھی نازل فرمائی جیسا کہ فرمایا:

"وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ"[30]

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ نے سورۃ آل عمران کی آیت ۳۱ میں فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"[31]

اس میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ سچا مومن اللہ کی محبت کو ہر چیز پر فوقیت دیتا ہے۔ محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، اور جتنی گہری اتباع ہو گی، اللہ کی محبت اتنی ہی زیادہ ملے گی۔ اور اتباع کے تین درجات ہیں:

1. **عام مومنین کی اتباع:** یہ سب سے بنیادی درجہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے **ظاہری اعمال** کی پیروی کی جاتی ہے، جیسے نماز، روزہ، حج اور دیگر فرائض کی پابندی۔ یہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔
2. **خاص مومنین کی اتباع:** اس درجے میں آپ ﷺ کے **اخلاقِ حسنہ** کو اپنایا جاتا ہے، جیسے سچ بولنا، صبر کرنا، درگزر کرنا، مخلوق پر رحم کرنا، اور معاملات میں عدل کرنا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دین میں گہرا ربط رکھتے ہیں۔
3. **خواص کی اتباع:** یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی **باطنی کیفیات** کی پیروی کی

---

27 التاویلات النجمیہ، ۳۵۶/۱

28 البقرۃ، ۲۸۴/۲

29 التاویلات النجمیہ، ۳۷۷/۱

30 البقرۃ، ۱۲۸۴/۲

31 آل عمران، ۳۱/۳

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جاتی ہے، جیسے اللہ سے محبت، اس کے عذاب کا خوف، ہر حال میں توکل، یقینِ کامل اور دل کی یکسوئی۔ یہ صرف وہ لوگ پا سکتے ہیں جو روحانی طور پر انتہائی بلند ہوں۔[32]

تاویلات نجمیہ میں سورۃ آل عمران آیت ۱۰۲ کے تحت تفسیر اشاری کا خلاصہ درج ذیل ہے:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے دامن رحمت سے مضبوطی سے جڑ جانے اور اس سے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ"[33]

اس آیت میں اشارہ ہے کہ **اتقوا اللہ حق تقاتہ** کا مطلب یہ ہے کہ اپنے وجود کے ساتھ اللہ سے ڈرو، بلکہ اللہ ہی کے وجود سے ڈرو۔

کیونکہ تمہارا وجود تو عارضی ہے، جبکہ اللہ کا وجود حقیقی ہے۔اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک جو دین مقبول ہے، وہ اسلام ہے، یعنی بندہ اپنے اس مجازی وجود کو اللہ کے حقیقی وجود کی طلب میں فنا کر دے تاکہ شرک کا انکار اور وحدانیت کا اثبات ہو۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کی یہی حقیقت ہے کہ

اور تم ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

یعنی تمہارا یہ مجازی وجود اسی وقت ختم ہو اور تم اسی وقت حقیقت میں مر جاؤ جب تم نے خود کو اللہ کے حقیقی وجود کے سپرد کر دیا ہو۔

پس اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو۔[34]

صاحب تاویلات نجمیہ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹ میں تفسیر اشاری بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں شہادت کی نعمت پانے والوں اور جہاد میں قتل ہونے والوں کا حال بیان فرمایا:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ"[35]

اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ وہ دل والے لوگ جو صدق و اخلاص کی تلوار سے اپنی نفسانیت کو قتل کر دیتے ہیں اور اللہ کی طرف سیر و سفر میں لگ جاتے ہیں، انہیں غفلت اور بے کاری میں پڑے لوگ مردہ نہ سمجھیں، کیونکہ ان کے نفس نہیں مرے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یعنی ان کے دل اپنے رب کے پاس اُس کے حسن و جمال کے نور سے زندہ ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ"[36]

تو اس سے ظاہر ہوا وہ لوگ اللہ کی صفات کے تجلیات کے جاموں سے رزق پاتے ہیں، جن کا ساقی خود اللہ ہے اور وہ انہیں اپنے مشاہدہ یعنی دیدار کا شراب پلاتا ہے۔[37]

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورۃ آل عمران کی آیت ۲۰۰ میں یہ اشارہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[32] التاویلات النجمیہ، ۲/۲۵

[33] آل عمران، ۳/۱۰۲

[34] التاویلات النجمیہ، ۲/۵۹

[35] آل عمران، ۳/۱۶۹

[36] الانعام، ۷/۱۲۲

[37] التاویلات النجمیہ، ۲/۹۳،۹۲

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3(2025)

Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

"**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**"[38]

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین کی حقیقی کامیابی چار چیزوں پر موقوف ہے:

1. **اصْبِرُوا (صبر کرو)**: اپنی نفسانی خواہشوں کو روکنے اور ربِ حقیقی کی اطاعت کرنے میں صبر سے کام لو۔ یہ **نفس کی اصلاح** کی جدوجہد ہے۔
2. **وَصَابِرُوا (ثابت قدم رہو)**: سختیوں اور آزمائشوں کے وقت دل کو تسلیم و رضا پر قائم رکھو۔ یہ **تقدیرِ الٰہی پر راضی رہنے** کا درجہ ہے۔
3. **وَرَابِطُوا (نگرانی کرو)**: اپنی روحوں کو اللہ تک پہنچنے کے لیے ہمہ وقت مستعد رکھو، اور اس راہ میں ہر غیر اللہ سے منقطع ہو جانے کی حالت قائم کرو۔ یہ **اللہ میں فنا ہونے** (فناء فی اللہ) کی منزل ہے۔
4. **وَاتَّقُوا اللَّهَ (اللہ سے ڈرو)**: اپنے باطنی اسرار کو غیروں کی نگاہوں سے بچاؤ، اور ہر شے سے کٹ کر صرف اللہ کی ذات میں فنا ہو جاؤ۔ یہ **بقاء باللہ** (اللہ کے ساتھ ہمیشگی) کا درجہ ہے۔
5. **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** تاکہ تم فلاح پا جاؤ: ان چاروں صفات پر عمل کرنے سے تم اپنے وجود کے پردوں سے نکل کر اللہ کی ذات میں فنا ہو جاؤ گے۔ پھر اللہ کے ساتھ بقا (البقاء باللہ) پا کر ابدی کامیابی سے ہمکنار ہو گے۔ اور یہ سب اللہ کی توفیق اور اس کی ازلی عنایات کے بغیر ممکن نہیں، کیونکہ **فَإِنَّ الْعِنَايَةَ الْأَزَلِيَّةَ كِفَايَةُ الْأَبَدِيَّةِ**، بے شک ازلی عنایت ہی ابدی کامیابی کا سامان ہے۔[39]

خلاصہ کلام:

تفسیر اشاری قرآنِ مجید کا وہ خاص طرزِ تفسیر ہے جس میں نہ صرف اس کے ظاہری معانی (فقہی احکام، لغوی مفاہیم) بیان کیے جاتے ہیں، بلکہ ساتھ ہی قرآن کے باطنی اسرار، روحانی حقائق، معرفت اور دل و روح کی غذا بننے والے لطائف کو بھی آشکار کیا جاتا ہے۔ اس تفسیر کا مقصد محض احکام یا زبان کے مفاہیم تک محدود رہنا نہیں، بلکہ انسان کے دل کو اللہ کے نور سے بھر دینا بھی ہے۔

مزید یہ کہ اس میں یہ حقیقت بھی بیان ہوتی ہے کہ جب تک انسان صرف مخلوق کی طرف دیکھتا رہے، دنیاوی پردوں میں الجھا رہے، وہ حقیقتِ مطلقہ یعنی اللہ کی قربت سے محروم رہتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے ظاہر کو شریعت، احکام خداوندی کی پیروی، باطن کو طریقت یعنی اخلاص، مجاہدہ اور روحانی تربیت اور روح کو حقیقت یعنی ذاتِ حق تک رسائی کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے، تب وہ اللہ کی معرفت پا لیتا ہے۔

سفارشات

اس تحقیق کے حاصل شدہ نتائج کے پیشِ نظر، علمی و تحقیقی جہتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل میں چند سفارشات پیش کی جا رہی ہیں:

1. تفسیرِ اشاری کے آغاز، ارتقا اور اصول و ضوابط پر منظم تحقیق کی جائے۔
2. قرآن و سنت کے نصوص اور صوفیہ کے دلائل کی روشنی میں اس کے جواز و افادیت کا استدلالی مطالعہ کیا جائے۔
3. مادہ پرستی اور اخلاقی بحران کا شکار معاشرہ کے مسائل کے حل میں تفسیرِ اشاری کے امکانات پر تحقیق کی جائے۔
4. مدارس اور جامعات کے نصاب میں تفسیرِ اشاری کو شامل کرنے کے لیے نئے تعلیمی ماڈیولز تیار کیے جائیں۔

[38] آل عمران، ۳/۲۰۰

[39] التاویلات النجمیہ، ۲/۱۱۱

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3(2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کتابیات

1. **القرآن الکریم۔**
2. سورۃ البقرۃ، آیات 41، 172، 268، 284۔
3. سورۃ النساء، آیات 82، 83۔
4. سورۃ محمد، آیۃ 24۔
5. سورۃ آل عمران، آیات 31، 102، 169، 200۔
6. سورۃ الأنعام، آیۃ 122۔
7. الشاطبی، إبراهیم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي (المتوفى 790ھ) .الموافقات .الرياض: دار ابن عفان، 1417ھ۔
8. الذهبي، محمد حسين (المتوفى 1398ھ) .التفسير والمفسرون .القاهرة: مكتبة وهبة، 1976ء۔
9. الزرقاني، محمد عبد العظيم (المتوفى 1367ھ) .مناهل العرفان في علوم القرآن .القاهرة: مكتبة عيسى البابي الحلبي، 1362ھ۔
10. کبری، نجم الدين أحمد بن عمر بن محمد (المتوفى 618ھ) .التأويلات النجمية في التفسير الإشاري الصوفي .بيروت: دار الكتب العلمية، 2009ء۔
11. القشيري، عبد الكريم بن هوازن (المتوفى 465ھ) .لطائف الإشارات .بيروت: دار الكتب العلمية، 2007ء۔
12. السلمي، أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين (المتوفى 412ھ) .حقائق التفسير .بيروت: دار الكتب العلمية، 2001ء۔
13. الطبري، محمد بن جرير (المتوفى 310ھ) .جامع البيان عن تأويل آي القرآن .تحقيق: أحمد شاكر۔ القاهرة: دار المعارف، 1954ء۔
14. ابن كثير، إسماعيل بن عمر (المتوفى 774ھ) .تفسير القرآن العظيم .تحقيق: سامي سلامة۔ الرياض: دار طيبة، 1999ء۔
15. السيوطي، جلال الدين (المتوفى 911ھ) .الدر المنثور في التفسير بالمأثور .بيروت: دار الفكر، 1993ء۔